Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 3 No. 2 (2025)

Distinctive Features of Islamic Culture Portrayed in Urdu Literature

اردو ادب میں اسلامی ثقافت کے امتیازی خصائص

Dr Jamil Asghar
Professor/HoD, Department of Urdu, Riphah International University, Faisalabad
Corresponding Email: drjamil.asghar@riphahfsd.edu.pk

pISSN: 3007-2077
eISSN: 3007-2085

HEC approved in
Y category.

Received: 28-04-2025
Accepted: 20-05-2025
Online: 19-06-2025

This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license.

Copyright: © 2025 by the author(s).

Abstract

Culture encompasses the various manifestations of social life within a community, shaping its structure and guiding values. In the Islamic perspective, culture is intrinsically linked to religion and cannot be viewed separately. Islamic cultural values are rooted in fundamental beliefs, influencing all aspects of life, including politics, economy, education, and the arts. The essence of Islamic culture lies in the doctrine of monotheism (Tawhid), which serves as a guiding force in shaping cultural identities. This belief fosters unity, moral integrity, and spiritual development. Without firm faith, society faces fragmentation and internal contradictions. Islamic culture promotes a dynamic worldview, encouraging intellectual growth, scientific exploration, and social cohesion while upholding religious principles. It does not impose linguistic or ethnic exclusivity but embraces diversity under a shared faith. The philosophy of knowledge in Islam acknowledges revelation, nature, and history as sources of wisdom, driving efforts for progress and human dignity. Moreover, Islamic culture rejects discrimination, advocating equality and fraternity among people, irrespective of race or nationality. Ultimately, it seeks to create a universal society governed by divine laws, ensuring justice, peace, and moral enrichment, establishing a cultural framework that resonates with timeless human values.

Keywords:
Islamic Culture, Language, Monotheism, Faith, Revelation, Fraternity, Equality, Discrimination

ثقافت سے مراد وہ مظاہر ہیں جو کسی معاشرے کے افراد کی معاشرتی زندگی میں ظاہر ہوتے ہیں۔ ثقافت سے کسی معاشرے کو ایک خاص ساخت مہیا ہو جاتی ہے۔ اقدار رواج پاتی ہیں اور سماجی مسائل کے حل میں راہنمائی ملتی ہے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ ثقافت کا عمومی مفہوم بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :

جبر یہ طور پر منظم اور باضابطہ زندگی کو چھوڑ کر کلچر میں زندگی کے جملہ آزاد مشاغل، تقریبات، تفریحات اور طریقے اور عادات وذوقیات شامل ہیں۔ " (۱)

سید صاحب کہتے ہیں کہ :

اسلامی تصور زندگی کے مطابق کلچر یا رویہ زندگی مذہب ہی کا ایک حصہ ہے اس سے الگ کر کے اسے دیکھا نہیں جاسکتا۔ (۲)

اسلامی ثقافت کی بنیادی قدروں میں اس کے عقائد اساسی اہمیت کے حامل ہیں۔ اسلام میں سماج کے تمام شعبے خواہ وہ خارجی ہوں جیسے سیاست، معیشت، معاشرت یا داخلی ہوں جیسے نظام تعلیم، دستور اخلاق، ادب اور آرٹ سب الٰہیاتی تصورات کے تابع ہیں۔ اس ضمن میں نصیر احمد ناصر رقم کرتے ہیں :

ثقافت کی تقدیر اس کے ایمانیات اور افکار جلیلہ و محرکہ سے وابستہ ہوتی ہے لہذا جب تک کوئی قوم اپنے ایمانیات اور افکار جلیلہ محرکہ کو اپنی زندگی کے اجزائے لاینفک بنائے رکھتی ہے تو وہ اور اس کی ثقافت زندہ حرکی اور ارتقائی رہی ہے لیکن جب وہ ایسا نہیں کرتی اور اس کے ایمانیات اور اعمال کے درمیان ہم آہنگی و مطابقت نہیں رہتی تو اس میں تضادات پیدا ہو جاتے ہیں۔ (۳)

اسلام بنیادی طور پر فطری نظام حیات ہے اس لیے اسے کلی طور پر قبول کر کے ہی انسان مسلمان بنتا ہے۔ یہ نہیں کہ جزوی طور پر عمل کیا جائے اور بعض امور سے روگردانی روا رکھی جائے جو لوگ اسلامی نظام زندگی کے کسی ایک حصے کو تسلیم کرتے اور دوسرے سے انکار کرتے ہیں وہ راہ راست پر نہیں، اسلام کا پیغام ہے :

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو۔ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔" (البقرہ ۲۰۸:۲)

اسلام کا منشا یہ ہے کہ اسلامی معاشرے میں جو بھی معاشرتی یا ثقافتی نظام ہو اس میں اسلامی عقائد کی روح کا موجود ہونا ضروری ہے۔ ڈاکٹر ایس۔ ایم۔ یوسف اپنی کتاب "Some Aspects of Islamic Culture" میں لکھتے ہیں کہ :

"Culture is essentially an attribute of the mind, it is the sum total of man's outlook on the universe and his own place in it, his views about the goal of life, his

conception of happiness and sorrow, his attitude towards the problems of everyday life"(4)

مسلمان اس امر سے اچھی طرح آگاہ ہیں کہ جب تک عقیدہ صالح نہ ہو، عمل صالح کی توقع محال ہے اور اگر کسی فرد یا معاشرے کا سرے سے کوئی عقیدہ ہی نہ ہو تو ایسے معاشرے اور جنگل میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ اسلام کے فکری نظام میں ایسے معاشرے کے لیے کوئی گنجائش نہیں جو عقیدہ و ایمان سے خالی ہو۔ اس طرح اسلام عقیدہ و اقرار بھی ہے اور مکمل ضابطہ حیات و دستور العمل بھی اور اس کا مجموعی نام دین ہے، جس میں عقائد، عبادات اور معاملات سب شامل ہیں۔(۵)

اسلامی ثقافت کی بنیاد نظریہ توحید ہے۔ یہ وہ سرچشمہ ہدایت ہے جس کی روشنی میں اسلامی ثقافت کے خد و خال نمایاں ہوتے ہیں۔ توحید کا نظریہ Monotheism اور Unitarianism کی صورت میں دنیا کی کئی اقوام اور ان کے مروجہ مسالک میں موجود نظر آتا ہے لیکن اسلام میں توحید محض ایک تصور یا نظریہ نہیں بلکہ ایک زندہ و حرکی عقیدہ ہے۔ عقیدہ توحید اسلامی ثقافت کی اصل ہے۔ یہ فرد و ملت کے پیکر حیات کی روح ہے جس طرح روح کے بغیر ہر پیکر حیات مردہ و بے معنی ہو جاتا ہے اسی طرح توحید کے بغیر فرد و ملت کا پیکر حیات بے جان و جامد ہو جاتا ہے لہذا اگر یہ کہا جائے کہ اسلامی ثقافت اپنی ہمہ جہت نشو و نما، ارتقا اور عالمگیر حیثیت کے لیے اسی عقیدہ توحید کی مرہون منت ہے تو یہ مبالغہ نہیں اعتراف حقیقت ہو گا، ابن خلدون نے عقیدہ توحید کی اہمیت ان الفاظ میں اجاگر کی ہے :

> توحید کے بارے میں فقط ایمان یا تصدیق معتبر نہیں ہے، کمال توحید یہ ہے کہ نفس میں ایک ایسی کیفیت پیدا ہو جائے جس سے بے اختیار اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات، صفات اور افعال میں یکتا جان لے۔(۶)

اسلامی ثقافت نے توحید کو تحریک رحمۃ اللعالمینی کی شکل دی تا کہ وہ ایک ایسا نظام قائم ہو جو ہر طرح کے فتنہ و فساد، جنگ و جدل ظلم و استحصال، عصبیت و منافرت، جرم و گناہ اور معاشی و معاشرتی ناہمواریوں سے پاک ہو اور عالم انسانیت عدل و احسان ہمدردی و غمگساری، ایثار و قربانی، اخوت و مساوات، خیر وحسنہ اور آزادی و محبت جیسے محاسن سے فیض یاب ہو سکے۔ اسلامی ثقافت میں اس بات کی اجازت ہے کہ وقت اور حالات کی تبدیلی کے ساتھ ظروف اور خم بدل جائیں تاہم سے حجازی' میں فرق نہیں آسکتا۔ مسلمانی یہ نہیں کہ عربی چولہ زیب تن کیا جائے یا عربی زبان میں گفتگو کی جائے۔ مسلمان کا تعلق ظاہر داری یا ریاکاری کے ساتھ نہیں بلکہ خلوص نیت اور اخلاص عمل کے ساتھ ہے۔ اگر اسلام کے بنیادی احکام کی تکذیب نہ ہو تو پہننے کے لیے کوئی بھی لباس یا بولنے کے لیے کسی بھی زبان کو اختیار کیا جا سکتا ہے۔ اس امر کی نشاندہی ڈاکٹر وحید قریشی نے ان الفاظ میں کی ہے :

> مسلمان جس ملک میں بھی گئے اس کو اپنا وطن قرار دیا اور وہاں کی تمدنی زندگی کا حصہ بن کر اسلام کے اعلیٰ مقاصد کی تکمیل میں کوشاں ہوئے۔۔۔ زبانیں اظہار کا وسیلہ ہیں بت نہیں کہ ان کی پوجا کی جائے۔ مسلمان جس ملک میں

گئے وہاں کی زبان کو انھوں نے اظہار کا وسیلہ بنایا، جس علاقے میں پہنچے وہاں کی علاقائی زبان ان کے لیے تبلیغ و ہدایت کا ذریعہ بنی۔ زبان کے ساتھ پرستش کا کوئی شائبہ شامل نہیں کیا گیا نہ ملکی اور علاقائی زبانوں کے درمیان مناقشت کی خبر ملی۔"(۷)

اسلامی فلسفے میں علم کے تین ذرائع کا ذکر آتا ہے: وحی والہام، فطرت، تاریخ۔

اسلام میں نبی کا الہامی تجربہ انفرادی نہیں ہوتا اور نہ وہ اس تجربے کی لذتوں میں کھو کر رہ جاتا ہے بلکہ وہ اس تجربے سے واپس پلٹتا ہے اور اپنی الہامی واردات سے پیدا ہونے والی فکر سے معاشرے کی اجتماعی زندگی کے بنانے سنوارنے اور آگے بڑھانے کا کام لیتا ہے۔ اسلام جن ثقافتی اقدار کو ترجیح دیتا ہے اُس میں مشاہدہ فطرت کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ قرآن پاک میں جگہ جگہ مشاہدہ فطرت پر زور دیا گیا ہے۔ قرآن پاک نے مشاہدہ فطرت اور مطالعہ قدرت پر جس قدر زور دیا اس سے مسلمانوں کو یہ تحریک ملی کہ وہ تسخیر کائنات میں جدوجہد کریں۔ یوں ان میں یہ اعتماد بھی بحال ہوا کہ انسان اللہ تعالیٰ کی سب سے بہتر مخلوق ہے۔ وہ کائنات کا محکوم اور غلام نہیں بلکہ فطرت اُس کی محکوم اور غلام ہے۔ بقول اقبال:

نہ تو زمیں کے لیے ہے نہ آسماں کے لیے
جہاں ہے تیرے لیے تو نہیں جہاں کے لیے(۸)
عالم ہے فقط مومن جانباز کی میراث
مومن نہیں جو صاحب لولاک نہیں ہے(۹)

یونانی کائنات کو ایک ٹھہری ہوئی اور جامد شے تصور کرتے تھے۔ اسلام نے اس کے برعکس یہ تصور دیا کہ کائنات کی حیثیت ایک بنی بنائی شے (Finished Product) کی نہیں بلکہ ایک فروغ پذیر وارتقا پذیر شے کی ہے۔ کائنات میں کوئی شے ایسی نہیں جو جامد اور بے عمل ہو۔ کائنات کے ریشے ریشے سے ہر لحظہ کن فیکون کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔ پروفیسر محمد شریف بقا لکھتے ہیں:

اسلامی ثقافت ہمیں زندگی اور کائنات کے بارے میں حرکی اور ارتقائی تصویر کا درس دیتی ہے۔ (۱۰)

اسلامی ثقافت فکر و نظر کی جس اساس پر قائم ہے وہ کردارہ عمل کی کسی ایسی صورت کو پسند نہیں کرتی جو تغیر اور حرکت وارتقا کی راہ میں حائل ہو۔ کسی ثقافت کی نشو و نما اجتماعی طرز عمل کی یک رنگی سے عبارت ہے اور اتحاد و اتصال اس کا خصوصی وصف ہے، اس وصف کی تخلیق میں انسانی جذبات و احساسات اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اسلام یہ نہیں چاہتا کہ جذبات کے نام پر ایسا اتحاد وجود میں آئے جو فرد کو محض نسلی امتیازات کے دائروں تک محدود کر دے۔ اسلام کے نزدیک فرد کی قدر و منزلت کسی نسلی امتیاز میں نہیں۔ مذہب اسلام نے انسانیت کو خدا کی اطاعت اور وفاداری کا ایک ابدی اور بنیادی اصول فراہم کر کے اس کے لیے حیات کی راہیں کشادہ کر دیں گم خدا کی

اطاعت اور وفاداری کے سامنے ہر وفاداری اور اطاعت ہیچ اور نا قابل قبول ہے۔ اطاعت الٰہی کا یہ ابدی اصول انسان کو ہر قسم کی جذباتی عقلی اور علمی اسیری سے رہا کر کے اس کی فکر و نظر کو حرکت وارتقا کے بے پایاں راستے پر گامزن کر دیتا ہے، مسلمان کی سرشت میں اسلام کی اسی حرکی ثقافت کی روح کار فرما ہے، چنانچہ وہ نہ صرف اس امر کا قائل ہے کہ کائنات حرکت کر رہی ہے بلکہ اس بات پر بھی یقین رکھتا ہے کہ کائنات کی یہ حرکت بے مقصد و بے منزل نہیں۔

اسلامی ثقافت کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس کی نظر میں سب انسان برابر ہیں اور سب مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ رنگ نسل، وطن، علاقہ، زبان، معاشی مفادات سے امتیاز یا برتری کا نشان ظاہر نہیں ہوتا۔ کوئی شخص کسی ملک، خطے یا علاقے میں رہتا ہو، کوئی سی بھی زبان بولتا ہو، کسی بھی رنگ و نسل سے تعلق رکھتا ہو، اگر وہ اسلام کے بنیادی عقائد و تصورات پر یقین و ایمان رکھتا ہے تو مسلمان ہے۔

اسلام کی غایت الغایات یہ ہے کہ ایک ہیئت اجتماعیہ انسانیہ قائم کی جائے جس کی تشکیل اس قانون الٰہی کے تابع ہو جو نبوت محمدیہ کو بارگاہ الٰہی سے عطا ہوا تھا بالفاظ دیگر یوں کہیے کہ شعوب و قبائل اور الوان والسنہ کے اختلاف کو تسلیم کر کے بنی نوع انسان کو ان تمام آلودگیوں سے منزہ کیا جائے، جو زمان و مکان وطن قوم نسل نسب ملک وغیرہ کے ناموں سے موسوم کی جاتی ہیں اور اس طرح اس پیکر خاکی کو وہ ملکوتی تخیل عطا کیا جائے جو اپنے وقت کے ہر محلے میں ابدیت سے ہمکنار رہتا ہے۔

اس کی بلندیوں تک پہنچنے میں معلوم نہیں حضرت انسان کو کتنی صدیاں لگیں، مگر اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ اقوام عالم کی باہمی مغائرت دور کرنے اور باوجود شعوبی قبائلی نسلی لونی اور لسانی امتیازات کے ان کو یک رنگ کرنے میں اسلام نے وہ کام کیا جو دیگر ادیان سے ہزاروں سال میں بھی نہ ہو سکا۔ یقین جانیے کہ دین اسلام ایک پوشیدہ اور غیر محسوس حیاتی اور نفسیاتی عمل ہے جو بغیر کسی تبلیغی کوششوں کے بھی عالم انسانی کے فکر و عمل کو متاثر کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یہ تاریخ انسانی کا ایک حیرت انگیز واقعہ ہے کہ کوئی ثقافت خالص مذہب کی بنیادوں پر قائم اور برپا ہوتی ہے۔ لیکن اس نے تاریخ عالم میں سب سے زیادہ مذہبی رواداری اور اخلاقی بردباری کا نمونہ پیش کیا ہو، بلاشبہ پوری انسانی تاریخ میں مسلمانوں کی مذہبی رواداری اور وسیع القلبی کی نظیر ڈھونڈے سے نہیں ملتی۔ قرآن حکیم میں واشگاف الفاظ میں اعلان کیا گیا ہے، مذہب میں کوئی جبر و اکراہ نہیں (لا اکراہ فی الدین)، پھر تھ میں آں حضور نے مدنیہ کی یہودیوں کے ساتھ جو معاہدہ کیا اس کی شرائط و دفعات پر نظر ڈالیے اور دیکھیے کہ اسلام نے یہودیوں اور دوسری اقوام کی مذہبی، معاشرتی و تمدنی آزادی کی پوری پوری ضمانت دی تھی۔ بیت المقدس کے پروانہ امن پر نظر ڈالیے جسے مورخ طبری نے تاریخ الرسل والملوک میں نقل کیا ہے کہ یہ وہ امان نامہ ہے جو اللہ کے بندے، عمر خلیفہ المسلمین نے ایلیا والوں کو عطا کیا ہے جس میں ان کی جان، مال، عبادت گاہوں، صلیب، بیمار

Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 3 No. 2 (2025)

صحت مند سب افراد اور ان کی ساری قوم کو امن بخشا گیا ہے۔ اس پر دانہ امن کو بار بار پڑھیے اور غور فرمائے کہ کوئی فاتح اس سے زیادہ رواداری کا کیا مظاہرہ کر سکتا ہے۔ اس معاہدے پر تبصرہ کرتے ہوئے فرانس کا فلسفی غوستاف لوبون (Gauthier) کہتا ہے کہ :

> بیت المقدس والوں کے ساتھ (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) نے جو معاملہ کیا تھا اس کا علم جسے ہو گا اس کو اس بات کا علم الیقین ہو جائے گا کہ وہ لوگ اپنے مفتوحین کے ساتھ انتہائی حسن سلوک کیا کرتے تھے۔ اس کے برخلاف وہ معاملہ ہے جو صلیبی جنگوں کے زمانے میں عیسائیوں نے مسلمانوں کے ساتھ روا رکھا تھا۔"(۱۱)

رابرٹ بریفالٹ نے اپنی کتاب ' Making of Humanity " میں خاص اس امر کا تجزیہ کرنے کے لیے دو ابواب قائم کیے ہیں کہ یورپی تہذیب و ثقافت کا شجرہ نسب ماضی کی کسی عظیم تہذیب سے جا کر ملتا ہے۔ ایک عام یورو پین کی طرح وہ بھی اپنے نسب نامے کی تلاش کا فکری سفر، یونانیوں کی عظیم تہذیب سے شروع کرتا ہے۔ لیکن وہ یہ جان کر حیران رہ جاتا ہے کہ یونانی فلاسفر جو کہ انتہائی خلاق ذہن کے مالک تھے حیات و کائنات کے نہایت پیش یا افتادہ حقائق کے بارے میں انتہائی کوتاہ بین ثابت ہوئے۔ وہ ہر مضمون پر اور ہر صغری، کبری پر منطق و استدلال کا طومار باندھ سکتے تھے لیکن حقائق کی تجربی بنیادوں پر تحلیل تو کیا مشاہدات کی عام تفاصیل کو بھی درخور اعتنا نہیں سمجھتے تھے۔ چنانچہ اپنی اس حیرت کا اظہار کرتے ہوئے رابرٹ بریفالٹ کہتا ہے :

> یونان کے نہایت باقاعدہ مفکرین (مثلاً ارسطو) میں ہمیں ایسے معاملات میں بھی حیرت انگیز بے پروائی نظر آتی ہے جن کی توثیق و تصدیق نہایت آسانی سے کی جا سکتی تھی۔ مثلاً ارسطو لکھتا ہے کہ شیر کی گردن میں صرف ایک ہڈی ہوتی ہے۔ انسان کی آٹھ پسلیاں ہوتی ہیں۔ مردوں کے دانت عورتوں سے زیادہ ہوتے ہیں۔ دھڑکتا ہوا دل صرف مردوں ہی کے سینے میں ہوتا ہے۔ انڈے سمندر کے پانی پر تیرتے رہتے ہیں۔ اگر سمندر کا پانی لاکھ کے برتن میں رکھا جائے تو پینے کا قابل ہو جاتا ہے۔ مختصر یہ کہ یونانیوں کے پاس نہ کوئی سائنس تھی نہ سائنسی ذوق تھا۔"(۱۲)

یہی حال روما کی اس عظیم سلطنت کا تھا جہاں ایک ریاست کے اندر متعدد چھوٹی بڑی ریاستیں قائم تھیں۔ بادشاہتیں، متعدد ریاستیں اور مقدس سلطنتیں سب یا تو بہ زور وطاقت وجود میں آتی تھیں یا پوپ کی دعاؤں سے سایے میں تشکیل پاتی تھیں۔

> "دو لیکن یہ سب محض کاغذی قلعے تھے۔ جس تیزی سے تعمیر کیے جاتے تھے اُسی سرعت سے منہدم بھی ہو جاتے۔"(۱۳)

رابرٹ بریفالٹ کے خیال میں اس دور کے اخلاقی ابتذال بفکری انحطاط اور سیاسی انتشار کا سب کسی مضبوط ثقافتی بنیاد کا نہ ہونا ہے۔ وہ لکھتا ہے: حقیقت یہ ہے کہ اگر ثقافت کا وجود نہ ہو تو نہ قانون و امن کی کوئی تدبیر کی جا سکتی ہے نہ انسانوں کی آبادیوں کو کسی نظم و ترتیب کے ماتحت لایا جا سکتا ہے۔ کتنے ہی کاغذی قانون بنالو، کاغذی بادشاہتیں قائم کر لو، شاندار القاب والے افسر مقرر کر لو اور قیامت

تک احکام و فرامین پر دستخط کرتے رہو لیکن انسانیت ناخواندہ بربریت کی حالت میں ہے اور ذہنی اور دماغی اعتبار سے مفلس ہے تو تمھاری تمام تر سیاسیات اور انتظامی و قانونی سرگرمیاں محض پادر ہوا ثابت ہوں گی۔ وہ یونانی، رومی اور بازنطینی تہذیبوں اور ثقافتوں کا گہرا تجزیہ کرنے کے بعد بالآخر اس نتیجے پر پہنچا کہ :

> جس روشنی سے (یورپی) تہذیب کا چراغ روشن ہوا وہ یونانی رومی ثقافت کے ان شراروں سے نہیں اٹھی جو یورپ کے کھنڈروں میں سلگ رہے تھے۔ اور نہ باسفورس کی "زندہ موت" سے وجود میں آئی تھی۔ یہ روشنی شمال سے نہیں آئی تھی بلکہ اسے سلطنت کے جنوبی حملہ آور یعنی عرب اپنے ساتھ لائے تھے۔'(۱۴)

یہ اسلامی ثقافت ہی تھی جس کا نصب العین یہ رہا ہے کہ علم ماں کی گود سے آغوش قبر تک حاصل کیا جائے۔ مسلمان ہی وہ قوم ہے جس کے مردوں اور عورتوں پر علم کا حصول فرض کیا گیا ہے۔ یہ مسلمان امت ہی تھی جو حکمت کو اپنا گم شدہ سرمایہ سمجھ کر اس کی تلاش میں سرگرداں رہی۔ یہ امت محمدیہ ہی ہے کہ جس کے طالب علم کی دوات کی سیاہی خونِ شہداء کا درجہ رکھتی ہے اور جس کے علماء کو علوم انبیاء کا وارث اور امین قرار دیا گیا ہے۔ یہ ملت اسلامیہ ہی ہے کہ جس کے ہاں ایک علمی مسئلے کو سیکھنا شب بیداری سے افضل سمجھا جاتا تھا۔ اقیم فلسفہ میں الکندی، فارابی، ابن مسکویہ، بوعلی سینا کی فرمانروائی تھی تو بلاذری، طبری، یعقوبی، مسعودی، ابن اثیر اور ابن خلدون جیسے مورخین نے فن تاریخ کو چار چاند لگا دیے؛ ایک طرف علم جغرافیہ میں اور یہی، المقدی، ابن حوقل اور یاقوت حموی نے زمین کے کونے کونے اور چپتے چپتے کو چھان مارا تو دوسری طرف دنیائے طب میں علی عباس، بوعلی سینا، رازی، ابن نفیس جیسے طبیبوں اور معالجوں کی دھوم پڑی؛ جہاں علم ہیت والنجوم میں الفرغانی، البوطانی، ابن الہیثم، از قلی اور عمر خیام کے نام افق ہستی پر ستاروں سے زیادہ روشن ہوئے وہاں حساب دانوں میں البیرونی، خوارزمی اور نصیر الدین طوسی جیسے فضلاء کا ایسا شہرہ بلند ہوا کہ ہزاروں سال سے بھی زیادہ عرصہ گزر جانے کے باوجود آج بھی الجبرا میں الخوارزمی کی کتاب الجبر والمقابلہ کی گونج سنائی دیتی ہے اور کمپیوٹر سائنس کا آغاز اس کے سکھائے ہوئے Algoric Method سے کیا جاتا ہے۔ اسلام کے نزدیک ثقافت کی جمالیاتی ترقی کا معیار امن و طمانیت اور رزق کی فراوانی ہے، لیکن جس طرح اس معیار تک پہنچنے کے لیے ثقافت ایمان کی مرہونِ منت ہوتی ہے اسی طرح اپنے اس معیار کے قیام و دوام کے لیے ایمان کی محتاج ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ایمان کے فقدان یا کفرانِ نعمت کے سبب امن و طمانیت اور رزق کی فراوانی کی جگہ خوف اور بھوک لے لیتے ہیں۔ ثقافت کے عروج وزوال کے اس فلسفے کو قرآن مجید میں ایک بڑا ہی فکر انگیز اور بصیرت افروز مثال کے ذریعے بیان کیا گیا ہے :

> اور اللہ تعالیٰ تمہارے لیے) ایک بستی کی مثال بیان کرتا ہے؛ جو امن و طمانیت کی حالت میں تھی، اس کا رزق ہر جگہ سے بکثرت آتا تھا، پھر انھوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی تکفیر کی؛ لہذا اللہ تعالیٰ نے اسے بھوک اور خوف کے

Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 3 No. 2 (2025)

لباس کا مزہ چکھایا، ان کے کرتوتوں کے سبب جو وہ کرتے تھے اور ان کے پاس انہیں میں سے پیغمبر آیا لیکن انہوں نے اسے جھٹلایا، چنانچہ ان کو عذاب نے آلیا اور وہ ظالم تھے۔(النحل ۱۴:۱۱۲،۱۱۳)

محولہ بالا آیات میں اس حقیقت کو آشکار کیا گیا ہے کہ معاشی خوشحالی، امن معاشرے کا امن اور افراد معاشرہ کی طمانیت دل اور ایمان مینوں لازم و ملزوم ہیں۔ چنانچہ جس طرح امن اپنی پیدائش و بقا کے لیے ایمان کا رہین منت ہے، اسی طرح معاشی خوشحالی اپنی پیدائش وبقا کے لیے امن وایمان کے مرہونِ احسان ہے۔یہی وجہ ہے کہ ایمان کی کمزوری یا فقدان کے سبب اگر کوئی قوم امن وخوشحالی کی قدر نہیں کرتی تو اس سے یہ نعمتیں چھن جاتی ہیں، اور ان کی جگہ خوف اور بھوک لے لیتے ہیں، یہ صورت حال ثقافت کے زوال کی دلیل ہوتی ہے۔

تصور توحید، نبوت و رسالت اور تصویر آخرت کے ساتھ ساتھ جزاو سزا کا تصور بھی ثقافت اسلامی کا بنیادی عنصر ہے۔ اقبال اپنے مقالے ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر میں لکھتے ہیں :

> "ہماری قومیت کا اصل اصول نہ اشتراک زبان ہے نہ اشتراک وطن، نہ اشتراک اغراض اقتصادی بلکہ ہم لوگ اس برادری میں جو جناب رسالت مآب نے قائم فرمائی تھی اس لیے شریک ہیں کہ مظاہر کائنات کے متعلق ہمارے معتقدات کا سرچشمہ ایک ہے۔"(۱۵)

اسلامی ثقافت کی منفرد اور جداگانہ حیثیت کا اندازہ اسلامی عبادات سے بھی ہوتا ہے۔اسلام پنجگانہ نماز کا حکم دیتا ہے۔یوں پانچ وقت لوگ آپس میں ملتے ہیں اور ایک ہی صف میں کھڑے ہوتے ہیں۔ان کے قدم سے قدم اور کندھے سے کندھے ہی نہیں دل سے دل بھی آپس میں ملتے ہیں۔حاکم محکوم میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ نماز کی طرح حج، زکوۃ اور روزے کی عبادات سے بھی باہمی اتحاد و اتفاق، یکجہتی، ہمدردی اور اخوت ورواداری کا مظاہرہ ہوتا ہے۔یہ وہ خصوصیات ہیں جو ثقافت اسلامی کے نمایاں اوصاف ہیں۔علاوہ ازیں حریت، عدل وانصاف، پاکیزگی، احترام انسانیت، شائستگی، غیر جانبداری، حق و صداقت اور حفظ مراتب کا لحاظ اور خیال رکھنا بھی ثقافت اسلامی کے وہ امتیازات ہیں جن سے اس ثقافت کا حسن دوبالا ہوتا ہے اور یہی وہ اوصاف ہیں جن کی بنا پر یہ ثقافت دنیا کی دیگر ثقافتوں کے مقابلے میں امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔

حوالہ جات

۱. عبداللہ سید، ڈاکٹر "پاکستان تعبیر و تعمیر، مکتبہ خیابان ادب، لاہور، ۱۹۷۷ء ص۔۱۰۸
۲. ایضاً ص ۱۰۹

Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 3 No. 2 (2025)

۳. نصیر احمد ناصر، اسلامی ثقافت، فیروز سنز، لاہور ہیں۔ن، ص ۵۴

4. S. M. Yusaf, Dr., "Some Aspects of Islamic Culture", Institute of Islamic Culture, Lahore, 1978, p.1

۵. اردو دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی، لاہور ص ۶۷۲

۶. ابن خلدون، مقدمہ مطبع مطبعۃ التقدم مصر ۱۳۲۲ھ ۔ ۳۶۶

۷. وحید قریشی، ڈاکٹر، اساسیات اقبال، اکادمی اقبال پاکستان، لاہور، ۱۹۹۶، ص ۱۳۱

۸. اقبال کلیات اقبال (اردو) شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۸۲ء، ص ۳۴۱

۹. ایضاً ص ۳۲۶

۱۰. محمد شریف بقاء "خطبات اقبال پر ایک نظر، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۷۴ء ہیں۔ ۸۶

۱۱. محمد اقبال "مقالات اقبال، مرتبہ: عبدالواحد معینی، آسیہ ادب، لاہور، ۱۹۸۸، ص۔ ۲۶۵

۱۲. راغب الطباخ، علامہ، تاریخ افکار و علوم اسلامی (حصہ اول)، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۸ء، ص ۷۵

۱۳. رابرٹ بریفالٹ Making of Humanity مترجم: عبدالمجید سالک، مجلس ترقی ادب، لاہور ۱۹۹۴ء، ص ۱۹۸

۱۴. ایضاً، ص ۲۴۴

۱۵. ایضاً، ص ۲۴۶

References

1. Syed, A. (1977). *Pakistan tabeer o tameer*. Maktaba Khayaban Adab.
2. Ibid., p. 109.
3. Nasir, N. A. (n.d.). *Islami saqafat*. Feroz Sons.
4. Yusaf, S. M. (1978). *Some aspects of Islamic culture*. Institute of Islamic Culture.
5. Punjab University. (n.d.). *Urdu daira maarif Islamiya*. Punjab University.
6. Ibn Khaldun. (1322 AH). *Muqaddimah*. Matba'a Al-Taqaddum.
7. Qureshi, W. (1996). *Asasiyat-e-Iqbal*. Iqbal Academy Pakistan.
8. Iqbal, M. (1982). *Kulliyat-e-Iqbal (Urdu)*. Sheikh Ghulam Ali & Sons.
9. Ibid., p. 326.
10. Baqa, M. S. (1974). *Khutbat-e-Iqbal par aik nazar*. Islamic Publications.

11. Iqbal, M. (1988). *Maqalat-e-Iqbal* (A. W. Muini, Ed.). Aasiya Adab.
12. Al-Tabbakh, R. (1998). *Tareekh afkar wa uloom Islami (Hissa Awwal)*. Islamic Publications.
13. Briffault, R. (1994). *Making of humanity* (A. M. Salik, Trans.). Majlis Taraqqi Adab.
14. Ibid., p. 244.
15. Ibid., p. 246.